Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ
# الفضل
ربوہ
ایڈیٹر: نسیم سیفی
فون ۴۴۹
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
جلد ۷۵/۴۰ | سوموار ۶، شعبان ۱۴۱۰ھ، ۵ امان ۱۳۶۹ہش، ۵ مارچ ۱۹۹۰ء | نمبر ۵۳

## سب سے پہلے دُعا چاہیئے

"دعا مسبّب الاسباب ہے اور ہر سبب سے پہلے ہونی چاہیئے۔ کیونکہ وہ لوگ جو پہلے، سبب کی طرف یعنی دنیا کا ذریعہ اختیار کرنے کی طرف جُھکتے ہیں، بعد میں دعا کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ ان کی دعائیں اسی حد تک بے فیض رہ جاتی ہیں"۔

(ارشاد سیّدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ
الفضل ۱۵ فروری ۱۹۹۰ء صـ۲)

## ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

"یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ جب تک کامل اور پُورا تعلق نہ ہو۔ وہ برکات اور فیوض جو اس تعلق کے لازمی نتائج ہیں حاصل نہیں ہوتے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جہاں ایک پیالہ پانی کا پی کر سیر ہونا ہو وہاں ایک قطرہ کہاں تک مفید ہو سکتا ہے اور تشنہ لبی کو بجھا سکتا ہے اور جہاں دس تولہ دوا کھانی ہو وہاں ایک چاول یا ایک رتی سے کیا ہوگا؟ اسی طرح پر جب تک انسان پُورے طور پر خدا تعالیٰ کا مطیع اور وفادار بندہ نہیں بنتا اور کامل نیکی نہیں کرتا اس وقت تک اس کے انوار و برکات ظاہر نہیں ہوتے ادھوری اور ناتمام باتوں سے بعض اوقات ٹھوکر لگتی ہے۔ ایک شخص نیکی کو اسکے کمال تک تو پہنچاتا نہیں اور اس سے ان ثمرات کی توقع کرتا ہے جو اس کے درجہ کمال پر پیدا ہوتے ہیں اور جب وہ نہیں ملتے تو اس سچی اور پاک تعلیم سے بدظن ہونے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ کچھ بھی نہیں۔ بہت سے لوگ اسی طرح پر گمراہ ہوئے ہیں"

(ملفوظات جلد ہفتم صـ۱۸۶)

## دُعا کی قبولیّت کیلئے ایک گُر

ارشادات سیّدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

دعا کی قبولیت کے لئے ایک گُر جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ہمیں بتایا ہے وہ آپ سب کو معلوم ہونا چاہیئے، طبعاً تو یہی ہوتا ہے، عموماً لیکن CONSCIOUSLY، باشعور طور پر ہر احمدی کے ذہن میں یہ بات حاضر رہنی چاہیئے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ دعا کی قبولیت کا ایک راز تمہیں بتاتا ہوں۔ پہلے خوب اپنے رب کی حمد کرو، اس کی محبت کے گیت گاؤ اور پھر مجھ پر درود بھیجو۔ اس لئے کہ آپؐ خدا کو سب سے زیادہ پیارے ہیں اور یہی چیز ہے جو فطرۃً بھی ہمیں نظر آتی ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ جو ہوشیار فقیر ہیں۔ وہ بعض دفعہ ماؤں سے بھی بڑھ کر بچوں کو دعائیں دیتے ہیں، جانتے ہیں کہ یہ ایسی محبّت ہے کہ یہ بچوں کی محبت کی وجہ سے مجبور ہو جائیں گی، ہمیں کچھ ڈالنے کیلئے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کیسے عارف باللہ تھے۔ خوب جانتے تھے ان رازوں کو۔ پس آپ نے فرمایا کہ دعائیں قبول کروانا چاہتے ہو تو مجھ پر درود بھیجا کرو، ساتھ پہلے حمد کرو اللہ کی، وہ اوّل ہے۔ پھر مجھ پر درود بھیجو۔ پھر جو مانگو خدا قبول فرمائے گا"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ ستمبر ۱۹۸۲ء)

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ارشادات اور حضرت امام جماعت (الرابع) کے خطبات گھر میں سب افراد مل کر پڑھیں تو یقیناً زیادہ فائدہ اٹھایا جا سکے گا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بچوں سے کہیں کہ وہ پڑھ کر سنائیں۔

○ مکرم سردار احمد صاحب سیکرٹری مال محلہ ناصر آباد ربوہ بعارضہ ہارٹ اٹیک شدید بیمار ہیں۔ اور فضل عمر ہسپتال میں داخل ہیں۔

○ مکرم ماسٹر ثناء اللہ صاحب آف مہدی پور ضلع سیالکوٹ گردوں میں تکلیف کی وجہ سے لاہور میں بیمار ہیں۔

○ مکرم انصر اقبال صاحب گذشتہ تین ماہ سے بیمار ہیں۔ دو ہفتے قبل ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ اسلام آباد کمپلیکس ہسپتال میں داخل ہیں

○ مکرم انعام الرحمان صاحب مربی سلسلہ آئیوری کوسٹ کی اہلیہ صاحبہ کا فضل عمر ہسپتال میں رسولی کا کامیاب آپریشن ہوا ہے۔

○ مکرم چوہدری محمد یحیٰی صاحب محلہ شریف پورہ فاروق آباد ضلع شیخوپورہ بواسیر اور معدہ میں تکلیف کے باعث بیمار ہیں۔

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ سب بیماروں کو شفائے کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔

---

○ "النور سوسائٹی کراچی کی ایک نہایت مخلص اور جماعت کی بہترین کارکن محترمہ ڈاکٹر زبیدہ طاہر صاحبہ ایک طویل علالت کے بعد مورخہ ۱۴ فروری بروز بدھ صبح ساڑھے سات بجے بقضائے الٰہی وفات پا گئی ہیں۔ آپ ایک لمبے عرصہ تک النور سوسائٹی کراچی کی صدر لجنہ اماء اللہ رہیں۔ بیت النور کراچی اور مربی ہاؤس کیلئے جگہ اور تعمیری اخراجات تمام کے تمام آپ ہی کی مرہون منت ہیں آپ نے اپنے پسماندگان میں اپنے خاوند مکرم طاہر ہاشمی صاحب اور تین بیٹیاں ڈاکٹر ثمرینہ ہاشمی صاحبہ ڈاکٹر سلمٰی ہاشمی صاحبہ فائزہ ہاشمی صاحبہ اور دو بیٹے ڈاکٹر منور ہاشمی صاحب اور مظفر احمد ہاشمی طالب علم الیف۔ ایس سی چھوڑے ہیں۔

○ مکرم غلام حسن صاحب ساکن ناصر آباد اسٹیٹ سندھ مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۹۰ء کو ستر سال کی عمر میں وفات پا گئے ہیں۔

احباب دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کے درجات بلند فرمائے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ

پبلشر: آغا سیف اللہ، پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس، ربوہ
مقام اشاعت: دارالنصر غربی، ربوہ

قیمت
ایک روپیہ
پچاس پیسے

۵ امان ۱۳۶۹ ہش — ۵ مارچ ۱۹۹۰ء

# ماں کی محبّت — اور عزّت

یوں تو سب انسان برابر ہیں اور انہیں برابری کی نظر ہی سے دیکھنا چاہیئے۔ لیکن محبت میں سب برابر نہیں ہو سکتے۔ کوشش کے باوجود بھی سب سے ایک جیسی محبت نہیں کی جا سکتی۔ جو محبّت ماں سے ہوتی ہے وہ کسی اور عورت سے کیسے ہو سکتی ہے۔ اور جس نظر سے باپ کو دیکھا جاتا ہے اس نظر سے کسی اور کو کیسے دیکھا جا سکتا ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ چونکہ انسان کا سب سے پہلا تعلق ماں سے — اور باپ سے ہوتا ہے۔ انہیں کی محبّت سے پیدائش کے وقت سے لے کر خاصی دیر بعد تک پلتا بڑھتا ہے۔ اس لئے ان سے محبّت بھی فطری تقاضا ہے۔ اور یہ ایک فریضہ بھی ہے۔

گذشتہ دنوں محترمہ صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ کا ایک مضمون "بیتے ہوئے لمحوں کی یاد" شائع کیا گیا تھا۔ اس کا ایک حصّہ یہاں نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ آپ نے لکھا۔

"سیّدنا ابّا جان کو اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے بے حد محبّت تھی۔ اپنے ہر عزیز اور رشتہ دار کا خیال فرماتے۔ لیکن سب سے بڑھ کر آپ حضرت امّاں جان سے محبّت کرتے تھے۔ جب سفر سے واپس آتے سب سے پہلے حضرت امّاں جان کے پاس جاتے۔ مجھے یاد ہے کہ اگر کبھی راستہ میں کوئی بیوی، بچّہ یا کوئی اور عزیز مل جاتا تو آپ یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ آپ نے گویا اسے دیکھا ہی نہیں گزر جاتے اور سیدھے حضرت امّاں جان کے کمرے میں پہنچ جاتے۔ اس کے بعد کسی اور سے ملتے۔ ہر روز شام کو حضرت امّاں جان کے پاس جا کر بیٹھتے، حالات دریافت فرماتے اور بسا اوقات رات کا کھانا بھی حضرت امّاں جان کے ساتھ ہی تناول فرماتے۔ سفر میں بھی اکثر حضرت امّاں جان کو اپنے ساتھ رکھتے اور بیویوں اور بچّوں کو یہ ہدایت ہوتی کہ حضرت امّاں جان کا خاص خیال رکھنا ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔"

معاشرہ اس وقت بگڑتا ہے جب اوّلین محبتوں میں ٹوٹ پھوٹ شروع ہو جاتی ہے اور گھروں میں تعلق کی دیواریں گرنے لگتی ہیں۔ ماں سے محبّت قائم رہے، ماں کا احترام بڑھتا رہے۔ ماں کا ہر طرح خیال رکھا جائے، تو ہم سب کے گھر اور ہماری یہ دنیا جنّت بن جائے۔ ہم اپنے ہر قاری کی توجہ حضرت سیّدنا فضل عمر کی اپنی والدہ محترمہ سے محبّت کی طرف دلاتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ ہم سب ماں کو وہی درجہ دیں جس کا نمونہ حضور کی زندگی میں ملتا ہے۔

ہر طرف زندگی پریشاں ہے
ہر طرف مار دھاڑ کا ہے شور
سب کو نیچا دکھا رہے ہیں سب
اپنا اپنا لگا رہے ہیں زور

ابوالاقبال

# اسی تختہ کو مَیں تختِ سلیماں کر کے چھوڑوں گا

اسی مٹی کو مَیں شعلہ بداماں کر کے چھوڑوں گا
خمِ الکِن پیشِ آدم فرقِ شیطاں کر کے چھوڑوں گا

اُٹھا کر ہی رہوں گا حُسن کا پردہ ترے رُخ سے
مَیں دردِ عشق کی تقدیر عُریاں کر کے چھوڑوں گا

مَیں اپنی آنکھ سے ٹپکاؤں گا شبنم گلستاں پر
ہر اک غنچہ کو مثلِ زخم خنداں کر کے چھوڑوں گا

مجھے معلوم ہے اے دوست اس دَرد کا دَرماں
مَیں اپنے دَرد ہی کو اپنا درماں کر کے چھوڑوں گا

خُدا نے دی اگر توفیق تو تنویرؔ دیکھو گے
اسی تختہ کو مَیں تختِ سلیماں کر کے چھوڑوں گا

روشن دین تنویرؔ

# ذیلی تنظیموں سے محبوب امام ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطاب

"اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم دنیا کے بڑھتے ہوئے تقاضوں کے مطابق ہر آن بڑھتی ہوئی قربانی پیش کرتے رہیں۔ خدمت کے نئے نئے میدان ظاہر ہو رہے ہیں اور بڑی تیزی کے ساتھ پھیل رہے ہیں اور دنیا کی طرف سے آپ کو بڑی کثرت کے ساتھ بلاوا دیا جا رہا ہے آپ کو جو جماعت احمدیہ کے خدام ہیں جو جماعت احمدیہ کے انصار ہیں۔ جو جماعت احمدیہ کی لجنات ہیں دنیا کے ممالک آپ کو بلا رہے ہیں کہ آؤ اور ہمیں بچاؤ۔ اگر آپ نے اس آواز پر لبیک نہ کہا تو کوئی اور ایسا کان نہیں جس کے پردے۔ اس آواز سے لرزنے لگیں اور یہ آواز ان کے دلوں میں ارتعاش پیدا کر دے۔"

پس دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان بڑھتے ہوئے تقاضوں کے مطابق آگے ہی آگے بڑھنے کی توفیق دے۔ اور جن جماعتوں سے ابھی تک وعدے نہیں آئے ان سے درخواست ہے جلد وعدہ جات بھجوائیں۔

وکیل المال اوّل تحریک جدید

Digitized by Khilafat Library Rabwah

# قبولیتِ دُعا کا مقام

## ارشادات سیدنا حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو)

"جو لوگ دعاؤں کے قائل ہیں وہ تو دعا کرتے ہی رہتے ہیں، لیکن ایسے لوگ بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ ہوتے ہیں جو رسمی اور نسلی ایمان کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں، چونکہ وہ اپنے بزرگوں سے سنتے چلے آتے ہیں کہ دعائیں کرنی چاہئیں۔ یا ان کے ماں باپ دعائیں کیا کرتے تھے۔ اس لئے وہ بھی دیکھا دیکھی دعائیں کرنے لگ جاتے ہیں۔ ایسی دعا کی حیثیت کھجلی سے زیادہ نہیں ہوتی۔ جس طرح خارش ہوتی ہے، اور انسان کھجلانے لگ جاتا ہے۔ اس کے سامنے کوئی مقصد نہیں ہوتا، یونہی ایک اندرونی مجبوری پیدا ہوتی ہے، اور اسے خارش محسوس ہوتی ہے جس کی وجہ سے اسے کھجلانے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح رسمی اور نسلی ایمان والوں کا حال ہوتا ہے، چونکہ انہوں نے اپنے ماں باپ اور دوسرے بزرگوں کو دعائیں کرتے دیکھا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ بھی دیکھا دیکھی دعا کرنے لگ جاتے ہیں، نہ وہ یہ جانتے ہیں کہ دعا کیا ہے۔ اور نہ ہی انہیں قبولیت دعا پر یقین ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی ایسا شخص قبولیت دعا پر یقین بھی رکھتا ہے۔ تو اس کا ایمان محض جہلاء کا سا ہوتا ہے۔ اس پر ذرا سی جرح یا اعتراض بھی کیا جائے تو وہ فوراً کہہ دیتا ہے کہ یہ میری غلطی تھی۔ دوسری قسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں۔ جو سمجھ بوجھ کر دعا کرتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ دعاؤں کو قبول کیا کرتا ہے، لیکن انہیں یہ علم نہیں ہوتا کہ دعا چند شرائط کے ساتھ قبول ہوتی ہے۔ نہ ہر دعا قبول ہوتی ہے اور نہ ہر امر کے لئے دعا قبول ہوتی ہے۔ دعا صرف انہی امور کے متعلق قبول ہوتی ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے پہلے سے بیان فرما دیا ہے۔ کہ وہ دعا کی حد میں آتے ہیں اور جو امور دعا کی حد سے باہر ہوتے ہیں۔ ان کے متعلق دعا کرنے سے کچھ اثر نہیں ہوتا۔ دعا کے متعلق ایک پنجابی بزرگ نے کہا ہے۔ کہ

ے جو منگے سو مر رہے مرے سو منگن جائے

یعنی دعا کرنا موت کے برابر ہے۔ جب تک کوئی انسان دعا میں موت قبول نہیں کرتا اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ بہت سے لوگوں کی دعا ایسی ہی ہوتی ہے۔ جیسے ہم بچپن میں آنکھ مچولی کھیلا کرتے تھے۔ ایک لڑکے کی آنکھیں کپڑے سے باندھ دی جاتی تھیں۔ اور جب وہ دوسروں کی تلاش میں جاتا تھا۔ تو جو اسے ہاتھ لگا دیتا تھا یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ بچ گیا ہے۔ یا اور زیادہ چھوٹی عمر کے بچے بجائے ہاتھ لگانے کے اس پر تھوکا کرتے تھے۔ اسی طرح بہت سے دعا کرنے والے خدا تعالیٰ کی درگاہ میں تھوک کر آجاتے ہیں، اور سمجھ لیتے ہیں کہ ان کی دعا قبول ہو گئی۔ حالانکہ قبولیت کے لئے ضروری ہے کہ دعا کرنے والے کو قبولیت دعا پر یقین ہو۔ اور وہ یہ ایمان رکھتا ہو کہ خدا تعالیٰ اس کی دعا سنے گا۔ اور پھر وہ انہی امور کے متعلق دعا کرے جو خدا تعالیٰ نے پہلے سے بیان فرما دیئے ہیں کہ ان کے متعلق دعا سنی جائے گی، دوسرے دعا اس طریق پر کی جائے جو خدا تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے۔ تیسرے دعا کرنے والے کو صرف قبولیت دعا پر ہی یقین نہ ہو۔ بلکہ فیضانِ الٰہی پر اتنا یقین ہو کہ وہ سمجھتا ہو کہ خدا تعالیٰ اسے کبھی بھی خالی ہاتھ واپس نہیں کرے گا۔ بے شک ایک شخص کو یہ یقین تو ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعائیں سنا کرتا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعائیں سنا کرتا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائیں سنا کرتا تھا۔ یا حضرت (بانیٔ سلسلہ) کی دعائیں سنا کرتا تھا مگر اتنا یقین اسے قبولیت دعا کا حقدار نہیں بنا دیتا۔ قبولیت دعا کا حقدار وہ اسی وقت ہو گا جب اسے اپنے متعلق بھی یقین ہو کہ خدا تعالیٰ اس کی دعاؤں کو سنے گا۔ اور یہ یقین تبھی پیدا ہو سکتا ہے جب اس کا خدا تعالیٰ سے صرف دماغی تعلق نہ ہو بلکہ محبت کا تعلق ہو۔ اور وہ محسوس کرتا ہو کہ وہ خدا تعالیٰ سے پیار رکھتا ہے۔ جب وہ یہ محسوس کرے گا کہ وہ خدا تعالیٰ سے محبت کرتا ہے۔ تو یہ ہو نہیں سکتا کہ خدا تعالیٰ اس سے محبت نہ کرے۔ دماغی طور پر محبت کا تعلق تو اپنے افسر سے بھی ہو سکتا ہے۔ اپنے محکمہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ اپنی گورنمنٹ سے بھی ہو سکتا ہے۔ اپنے محلہ والوں سے بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن ان کے ذکر پر انسان کے اندر فدائیت پیدا نہیں ہوتی۔ اس کے اندر ان سے ملنے کی رغبت پیدا نہیں ہوتی۔ اس کے قلب میں رقت پیدا نہیں ہوتی۔ لیکن وہی شخص جب اپنی بیوی کا خیال کرتا ہے یا اپنی بہن کا خیال کرتا ہے تو اس کے جذبات ویسے نہیں ہوتے جیسا کہ بازار والوں یا محلہ والوں کا خیال کرنے پر ہوتے ہیں۔ مثلاً جب وہ سوچتا ہے کہ فلاں دکان پر مٹھائی اچھی ہوتی ہے۔ یا فلاں دکان پر میوے اچھے ہوتے ہیں۔ تو اس کے اندر وہ جذبات پیدا نہیں ہوتے جو اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب اسے کوئی شخص یہ پیغام دیتا ہے کہ رستہ میں اسے اس کی ماں ملی تھی اور وہ اسے سلام کہتی تھی یا اس کی بیٹی آئی تھی اور کہتی تھی میرے ابا جان کو میرا سلام کہہ دینا وہ جذبات اور ہوتے ہیں اور یہ جذبات اور ہوتے ہیں۔ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ حلوائی کا خیال کر کے نہ اسے رونا آتا ہے اور نہ اسے ہنسی آتی ہے۔ لیکن ماں یا بیٹی یا بیوی کا خیال آتے پر اس کے اندر صرف محبت کے جذبات ہی پیدا نہیں ہوتے بلکہ بعض دفعہ رقت کی وجہ سے وہ بول بھی نہیں سکتا۔ مثلاً اگر وہ یہ خبر سنے کہ اس کی ماں یا بیٹی یا بیوی موت کے قریب ہے اور وہ اسے سلام کہتی ہے تو وہ رقت کی وجہ سے رو پڑے گا۔ پس دعا کرنے والے کے اندر خدا تعالیٰ کے متعلق جب محبت کے جذبات پیدا ہوں۔ تبھی وہ اس کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ اگر اس کے اندر محبت کے جذبات پیدا نہیں ہوتے تو وہ یہ یقین بھی نہیں کر سکتا کہ خدا تعالیٰ اس کی دعاؤں کو سنے گا۔ اور اس کی مدد کو پہنچے گا۔ بچوں کو دیکھ لو۔ انہیں بہتیرا کہو کہ میں تمہاری ماں سے تمہیں پٹواؤں گا تو وہ یہی کہتے چلے جائیں گے کہ وہ ہمیں نہیں مارے گی۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ بچہ اپنی ماں کے متعلق محبت کے جذبات رکھتا ہے۔ خواہ وہ مار کے قابل ہی ہو، تب بھی وہ یقین رکھتا ہے کہ وہ اسے نہیں مارے گی۔ اسی طرح اگر تمہیں اللہ تعالیٰ سے اتنی محبت ہو جاتی ہے کہ تم یقین رکھتے ہو کہ اگر تم سزا کے بھی قابل ہو تو وہ تمہیں سزا نہیں دے گا۔ بلکہ تم سے پیار کرے گا۔ تو یہی وہ مقام ہے جہاں سے قبولیت دعا شروع ہوتی ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم جولائی ۱۹۴۹ء)

# تلقین عمل

اگر نوجوانوں میں بری باتیں پیدا ہو جائیں مثلاً نکما پن کی عادت پیدا ہو جائے تو یقیناً آج نہیں تو کل وہ قوم تباہ ہو جائے گی۔ بالخصوص جھوٹ تو ایسا خطرناک مرض ہے کہ یہ انسان کے ایمان کو جڑ سے اکھیڑ دیتا ہے۔ بعض دفعہ پندرہ پندرہ سال تک ہم ایک شخص کے متعلق یہ سمجھتے رہتے ہیں کہ وہ بڑا بزرگ اور راستباز انسان ہے مگر پھر پتہ لگتا ہے کہ وہ بڑا کذاب ہے۔ دیکھتا کچھ ہے اور بیان کچھ کرتا ہے۔ مگر یہ باتیں بچپن میں ہی پیدا ہوتی ہیں۔ پس نوجوانوں میں اگر اس قسم کی باتیں پیدا کر دی جائیں اور ان کے اخلاق کو صحیح رنگ میں ڈھالا جائے تو یقیناً قوم کی ترقی میں بہت مدد مل سکتی ہے۔ مثلاً میں نے تحریک جدید جاری کی۔ اس میں اگر غور کر کے دیکھا جائے تو کامیابی عورتوں اور بچوں کی مدد کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اگر عورتیں اور بچے ہمارے ساتھ تعاون نہ کریں تو یقیناً جماعت کا ایک حصہ اس پر عمل کرنے سے رہ جائے گا لیکن اگر عورتیں اور بچے اس میں شامل ہوں تو ہمارے کام میں بہت سہولت پیدا ہو سکتی ہے۔ مثلاً سادہ کپڑے ہیں یا زیورات کی کمی ہے یا ایک خاص عرصے تک زیور بالکل نہ بنوانا ہے۔ اب جب تک عورتیں اس میں شریک نہ ہوں ان باتوں پر کس طرح عمل ہو سکتا ہے یا ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ہے۔ اس میں اگر نوجوان اور بچے شریک نہ ہوں تو یہ سکیم کس طرح چل سکتی ہے یا مثلاً نکمانہ رہنا ہے اب نکمے پن کی عادت بچوں میں ہی ہو سکتی ہے۔ بڑے تو اپنی اپنی جگہ کام کر رہے ہوتے ہیں اور ان میں سے کئی آسودہ حال ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی نئی نسل یہ کہنا شروع کر دیتی ہے کہ ہمارے ابا نواب، ہمارے ابا فلانے، ہم فلاں کام کیوں کریں۔ اس میں ہماری ہتک ہے اور پھر تمام خرابیاں اسی سے پیدا ہوتی ہیں۔ حالانکہ اگر ان کے ذہنوں میں یہ بات ڈال دی جائے اور ان کے قلوب پر اس کا نقش کر دیا جائے کہ جو شخص کام کرتا ہے وہ عزت کا مستحق ہے اور جو کام نہیں کرتا بلکہ نکما رہتا ہے وہ اپنی قوم اور اپنے خاندان کے لئے عار اور ننگ کا موجب ہے اور یہ کہ معمولی دولتمند یا زمیندار تو الگ رہے اگر ایک بادشاہ یا شہنشاہ کا بیٹا بھی نکما رہتا ہے تو وہ بھی اپنی قوم اور اپنے خاندان کیلئے عار کا موجب ہے اور اس چمار کے بیٹے سے بدتر ہے جو کام کرتا ہے۔ تو یقیناً اگلی نسل درست ہو سکتی ہے اور پھر وہ نسل اپنی اگلی نسل کو درست کر سکتی ہے اور وہ اپنے سے اگلی نسل کو، یہاں تک کہ یہ باتیں قومی کیریکٹر میں شامل ہو جائیں اور ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جائیں کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جو باتیں قوم کی عادت بن جاتی ہیں۔ وہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جاتی ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عادت ایک لحاظ سے بُری ہے مگر اس میں بھی شبہ نہیں کہ ایک لحاظ سے وہ اچھی بھی ہوتی ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

# آغاخان

اسماعیلیوں کے امام کا اعزازی لقب سب سے پہلے آقائے حسن علی شاہ کو ملا۔ اس سلسلہ امامت میں اب تک چار آغاخان ہو چکے ہیں۔

آغاخان اول

پورا نام حسن علی شاہ فتح علی شاہ قاچار (وفات ۱۸۳۴ء) کے بعد شہنشاہ ایران فتح علی شاہ نے آغا حسن علی شاہ کو کرمان کا گورنر مقرر کیا اور ان سے اپنی لڑکی کی شادی کر دی۔ اس وقت سے دربار ایران میں ان کے خاندان کا نام "آغاخان" پڑ گیا جو آگے چل کر خاندانی لقب بن گیا کرمان میں انہوں نے بڑی دانشمندی اور میانہ روی مگر مضبوطی سے حکومت کی۔ محمد شاہ قاچار (وفات ۱۸۴۸ء) کے عہد حکومت میں درباری سازشوں کے زیر اثر حسن علی شاہ نے ۱۸۳۸ء میں کرمان میں بغاوت کر دی۔ لیکن انہیں ہزیمت ہوئی اور ۱۸۴۱ء میں سندھ چلے آئے جہاں انہوں نے سر چارلس نیپر کو سندھ کی مہم (جنوری ۱۸۴۳ء) میں مدد دی۔ اور بالآخر وہ بمبئی میں آکر مقیم ہو گئے۔ ۱۸۴۸ء اور اس کے بعد سے بمبئی اسماعیلی خوجوں کے امام کا مستقر رہا ہے۔

آغاخان دوم: (وفات ۱۸۸۵ء) آغاخان اول کے بیٹے آغا علی شاہ ان کے جانشین ہوئے۔ وہ اپنی خدا ترسی اور علمیت کی وجہ سے اپنے وقت کی ایک مشہور شخصیت تھے۔ اور محمڈن نیشنل ایسوسی ایشن کے صدر تھے انہوں نے بمبئی کے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی خاطر تعلیمی اداروں کی نہ صرف سرپرستی کی بلکہ ان کے مقاصد کی توسیع اور ترقی میں قابل قدر کردار ادا کیا۔ ان غیر معمولی خدمات کے باعث وہ بلدیہ کی کونسل کے ممبر رہے انہیں گھڑ سواری اور دوسرے کھیلوں میں امتیاز حاصل تھا آغا علی شاہ نے اپنی پہلی دو بیویوں کے انتقال کے بعد نواب عالیہ شمس الملک سے شادی کر لی جو ایران کے خاندان قاچار کے شاہ محمد علی کی بھتیجی اور ایران کے وزیر اعظم نظام الدولہ کی صاحبزادی تھیں۔

آغاخان سوم: (۱۸۷۷ء، ۱۹۵۷ء): انہی نواب عالیہ شمس الملک کے بطن سے سلطان محمد شاہ ۲ نومبر ۱۸۷۷ء کو کراچی میں پیدا ہوئے جو تاریخ میں "سر آغاخان" کے نام سے مشہور ہیں۔ سر آغاخان حضرت علیؓ کی اڑتالیسویں پشت میں سے تھے اس طرح فرقہ اسماعیلیہ کے اڑتالیسویں امام تھے۔ ان کے آباؤ اجداد فاطمی خلفاء سے تعلق رکھتے تھے۔ جنہوں نے گیارھویں صدی عیسوی میں مصر اور شمالی افریقہ میں بڑے تزک و احتشام سے حکومت کی۔ اور تہذیب و تمدن پر غیر فانی اثرات چھوڑے مصر اور شمالی افریقہ میں فاطمی حکومت کے زوال پر حسن بن صباح جو اسماعیلی فرقے کا زبردست عالم اور فاطمی خلافت کا بڑا حامی تھا۔ آخری فاطمی خلیفہ کو ۱۰۹۵ء میں ایران لے کر آیا جس کے بعد سر آغاخان کے آباؤ اجداد اپنے اپنے علاقوں کے سربراہ رہے اور بعد میں ایرانی شہنشاہوں کے گورنروں کی حیثیت سے متمکن رہے۔

سر آغاخان ابھی آٹھ ہی سال کے ہوئے تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ لیکن والدہ نے اپنی مشرقیت اور ماحول کے باوجود بیٹے کی تعلیم و تربیت پر پوری توجہ کی انہیں دینی و دنیاوی رہنمائی کے قابل بنایا اور جائیداد کے انتظامات کو بڑی خوش اسلوبی سے سنبھالا۔ آغاخان نے اپنی والدہ کی رہنمائی میں مختصر مدت میں مشرقی اور مغربی زبانیں سیکھ لی تھیں۔ فارسی، عربی، فرانسیسی اور انگریزی کے قدیم اور جدید ادب کے ساتھ ساتھ فلسفہ، دینیات، منطق اور علم الکلام میں مہارت حاصل کر لی تھی۔ بچپن ہی سے انہیں گھڑ دوڑ اور گھڑ سواری کا بے حد شوق تھا۔ نشانہ بازی اور جسمانی ورزش میں بھی وہ بڑے ماہر تھے۔

سر آغاخان اپنے زمانے کے عظیم سیاست دان اور مدبر تھے۔ انہوں نے نہ صرف برصغیر پاک و ہند کی خوشحالی کے لئے عظیم خدمات سرانجام دیں بلکہ بین الاقوامی سیاست میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ ۱۹۰۶ء میں مسلمانان ہند کا جو وفد وائسرائے سے ملا تھا۔ اس کی قیادت سر آغاخان نے کی تھی۔ اس وفد نے بڑے مؤثر انداز میں مسلمانوں کے لئے جداگانہ انتخاب اور اردو زبان کے تحفظ جیسے اہم مطالبات تسلیم کرائے تھے۔

سر آغاخان نے اہم موقعوں پر مسلمانوں کی اہم سیاسی خدمات انجام دیں پہلا موقع تو وہ تھا جب سائمن کمیشن کے معاملے میں اختلاف ہو گیا تھا۔ اس وقت سر آغاخان نے آل پارٹیز مسلم کانفرنس کی صدارت کی اور سر محمد شفیع اور مولانا محمد علی جیسے بڑے سیاست دانوں کو متحد کیا۔ اسی کانفرنس میں قائداعظم نے اپنے مشہور چودہ نکات پیش کئے تھے دوسرا اہم واقعہ وہ تھا جب لندن میں گول میز کانفرنس منعقد ہوئی تو وہاں سر آغاخان نے مسلمانان برصغیر کی نمائندگی کی۔ سر آغاخان کا شمار مسلم لیگ کے بانیوں میں ہوتا ہے آپ ۱۹۰۶ء سے ۱۹۱۲ء تک اس کے مستقل صدر رہے۔ اور مسلم لیگ کے اخراجات کی کفالت بھی کی ان کی سیاسی رہنمائی اور خدمات صرف برصغیر کے مسلمانوں تک محدود نہ تھیں بلکہ وہ ترکی کے یتیموں اور مجروحین کی امداد میں بھی پیش پیش تھے۔ جدید عرب ریاست کی تشکیل میں بھی ان کے سیاسی تدبر کو خاصا دخل رہا۔ سر آغاخان نے مسلمانوں کی سیاسی ترجمانی کی غرض سے سید امیر علی کی صدارت میں لندن میں برٹش کمیٹی آل انڈیا مسلم لیگ قائم کی۔ اور اس کے تمام اخراجات کی کفالت بھی کی۔ آپ اسلامی ممالک کے اتحاد کے زبردست حامی تھے اور جمال الدین افغانی کے ہم خیال تھے۔

سر آغاخان کو اپنی سیاسی بصیرت اور اعلیٰ تدبر کی وجہ سے دنیا کے ہر حصے میں بے پناہ مقبولیت حاصل تھی۔ اپنی وسیع المشربی کی بناء پر عالمی شہری تھے۔ ۱۹۲۴ء میں ہندوستان کی کونسل آف سٹیٹ نے انہیں نوبل پرائز دینے کی سفارش کی ۱۹۳۷ء میں ان کی عالمی خدمات کے اعتراف کے طور پر انہیں لیگ آف نیشنز کی جنرل اسمبلی کا صدر منتخب کیا گیا۔ ۱۹۴۹ء میں حکومت ایران نے انہیں ایرانی قومیت عطا کی اور "والا حضرت ہمایوں" کا اعزاز بخشا۔

۱۹۵۱ء میں حکومت شام نے انہیں "نشان بنو امیہ" عطا کیا۔ ۱۹۵۳ء میں انڈونیشیا نے "گل سرخ و گل سفید" سے نوازا۔

سر آغاخان فرقہ اسماعیلیہ کے پہلے امام تھے جو اپنے مریدوں میں ہیرے جواہرات سونے اور پلاٹینم میں تولے گئے۔ اس کی قیمت ۱۹۳۵ء اور ۱۹۴۵ء میں ایک کروڑ ۶۵ لاکھ کے قریب تھی۔ سر آغاخان نے اس رقم کا نوے فیصد حصہ اپنے فرقے کی فلاح و بہبود کے لئے وقف کر دیا۔

مسلمانوں کی تعلیمی اور سماجی ترقی پر وہ نہ صرف خصوصی توجہ دیتے تھے بلکہ بے دریغ روپیہ بھی خرچ کرتے تھے۔

سر آغاخان کی چار بیویاں تھیں۔ ان کی پہلی شادی ۲۱ برس کی عمر میں ان کی چچا زاد بہن سے ہوئی۔ دوسری شادی تھریسا میلیا نو اور تیسری آندرے جوزفین لیونی کاعوں سے ہوئی۔ ۱۹۴۵ء میں انہوں نے ایوت لابوغس سے آخری شادی کی ان کا اسلامی نام "ام حبیبہ" تھا اور عام طور پر "ماتا سلامت" کے لقب سے مشہور تھیں۔ ان کی دوسری بیوی سے شہزادہ علی خاں (وفات ۱۹۶۰ء) پیدا ہوئے اور تیسری بیوی سے صدر الدین تولد ہوئے۔

سر آغاخان ۱۱ جولائی ۱۹۵۷ء کو سوئٹزر لینڈ میں وارسا کے مقام پر فوت ہوئے اور اسوان (مصر) میں دفن ہوئے۔

آغاخان چہارم: شہزادہ کریم آغاخان چہارم ۱۳ جولائی ۱۹۵۷ء کو اسماعیلی فرقے کے انچاسویں امام چنے گئے۔ آپ سر سلطان محمد شاہ آغاخان سوم مرحوم کے فرزند اکبر شہزادہ علی خاں کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی والدہ جون کی انگریز نژاد ہیں اور لارڈ چرشن کی بیٹی ہیں۔ شہزادہ کریم آغاخان ۱۳ دسمبر ۱۹۳۶ء کو پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم گھر پر علی گڑھ یونیورسٹی کے پروفیسر مصطفےٰ کامل سے حاصل کی۔ اس کے بعد سوئٹزر لینڈ کے "لے روزا" سکول میں داخل ہو گئے وہاں سے فارغ التحصیل ہوئے تو چند سے انگلستان میں قیام رہا۔ ۱۹۵۴ء میں ہاورڈ یونیورسٹی (امریکہ) میں داخلہ لے لیا۔ وہاں زیر تعلیم تھے کہ آغاخان سوم کی رحلت پر اسماعیلی فرقے کی امامت کا بار ان کے کندھوں پر آ پڑا۔

آپ نے عملاً ثابت کر دکھایا ہے کہ آپ اس منصب جلیلہ کی ذمہ داریاں سنبھالنے اور نبھانے کے پوری طرح اہل ہیں۔ آپ انگریزی، فرانسیسی، اردو، فارسی، اطالوی اور ہسپانوی زبانوں میں خاصی استعداد رکھتے ہیں۔ آپ کو مشرق وسطیٰ کی تاریخ سے خاص شغف ہے۔ کھیلوں سے بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔ فٹ بال، ٹینس، کشتی رانی اور اسکائنگ ان کے پسندیدہ کھیل ہیں۔

آغاخان سوم مرحوم شروع ہی سے انہیں امامت کے منصب پر فائز کرنے کے متمنی تھے۔ چنانچہ انہوں نے آپ کی دینی تربیت پر خاص توجہ کی اور ان میں اسماعیلی فرقے اور عام مسلمانوں کے دینی اور دنیوی مسائل سے دلچسپی لینے کا جذبہ پیدا کر دیا۔ ۱۹۵۴ء میں شہزادہ کریم خان نے اپنے چھوٹے بھائی امین کے ہمراہ مشرقی افریقہ، کینیا، یوگنڈا، زیمبیا کا دورہ کیا۔ ۱۹۵۶ء میں لندن سے کراچی تک سفر میں متعدد ملکوں کے اسماعیلیوں سے رابطہ

باقی صفحہ ۶ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یادِ رفتگان

سیّد محمد مسعود

# محترمہ زینب بی بی صاحبہ

میری والدہ مکرمہ کا نام "زینب" تھا جو بٹالہ ضلع گورداسپور کے ایک معزز شیعہ خاندان سے تھیں۔ اس خاندان کے سرپرست سیّد گل علی شاہ صاحب تھے۔ جن کا ذکر تاریخ احمدیت میں آچکا ہے کہ وہ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ کے بچپن میں استاد مقرر ہوئے تھے۔

سیّد فضل شاہ اور سیّد مہر شاہ دونوں بھائی تھے والدہ صاحبہ سیّد مہر شاہ صاحب کی بیٹی تھیں میرے والد سیّد محمود شاہ صاحب کو تقریباً ۱۹۰۶ء میں بیعت کرنے اور خدا کے فضل سے رفقاء میں شمولیت کا اعزاز نصیب ہوا۔

چونکہ شیعہ عقائد میں مہدی کا جو مقام ہے اُس سے والدہ صاحبہ بہت متاثر تھیں اُن کے لئے اباجی کا بیعت کرنا ایک متنازعہ امر تھا۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ ظہورِ مہدی پر تمام دنیا فوری ایمان لے آئیگی۔ مرزا صاحب کو تو چند لوگ ہی مانتے ہیں مہدی نہیں ہو سکتے اسی پر ان کا اباجی سے کافی عرصہ اختلاف رہا حتیٰ کہ اولاد جوان ہو گئی۔ باوجود اسکے اباجی کی اطاعت وفا اور فرمانبرداری میں کوئی فرق نہ آیا۔ جب کبھی کلانور سے بٹالہ اپنے میکے جاتیں تو وہاں پھر شیعہ عقائد زندہ ہو جاتے تو نیا اثر لے کر لوٹتیں۔ اُن کو احمدیت پر انشراحِ صدر نہ ہوا۔ والد صاحب پہلے محکمہ جنگلات میں ملازم تھے اُسے چھوڑ کر ڈسٹرکٹ بورڈ گورداسپور کی ملازمت اختیار کی یہ ملازمت نہ رہی گھر پر ایک انقلاب آیا۔ لیکن جلد ہی والد صاحب کو اسوقت کے نامور اور مشہور پولیس افسر خان بہادر شیخ عبدالعزیز صاحب کی اراضیات واقع چک 87/9-R الف منٹگمری (ساہیوال) بطور مختار ملازمت مل گئی۔ تو اس پر والد صاحب کلانور سے چک منڈکور میں رہائش پذیر ہو گئے۔ اس انقلاب سے والدہ صاحبہ بہت مغموم تھیں۔

ضمناً یہ ذکر کر دینا ضروری ہے کہ خان بہادر صاحب نہایت شریف نیک دل اور مدبّر انسان تھے۔ والد صاحب سے اُن کا سلوک مخلصانہ تھا۔ یہ پہلے دیسی پولیس افسر تھے جو ڈی آئی جی کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ حضرت امام جماعت الثانی (اللہ تعالیٰ آپ پر راضی ہو) سے قادیان جا کر ملاقات کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اپنے لڑکے محمود عزیز کو ساتھ لے کر دعا کیلئے قادیان گئے تھے۔

چک 87-R/9 ساہیوال (منٹگمری) سے برلب سڑک قریباً ۳ میل ہے۔ کلانور سے بہتر جماعت مل گئی۔ یہ زمانہ ۱۹۲۰ء کا تھا۔ ساہیوال سے احباب جماعت کا سلسلہ آمد و رفت جاری ہو گیا۔ یہ ماحول بہت سازگار ثابت ہوا۔

والدہ صاحبہ کو میں نے شروع میں ہی دیکھا کہ عبادت گذار تھیں صدقات دیا کرتی تھیں۔ اماموں کے نام پر نیاز دیا کرتی تھیں۔ عام طور پر میٹھی چیز پکا کر محلہ کے بچوں کو کھلایا کرتیں۔ ایامِ عاشورہ میں اکثر غمناک رہتیں۔ ذکرِ الٰہی اور دعائیں کیا کرتی تھیں۔ چونکہ یہ زمانہ انقلابی اور تنگدستی کا تھا۔ اکثر ملول رہتیں ان غم کے ایام میں اُنھوں نے اباجی کی ہدایت پر عمل شروع کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ سے راہنمائی کے لئے دعائیں شروع کر دیں۔

عین بسترِ مرگ پر پُرسکون و باہوش تھیں کہ اوّل اپنا دایاں ہاتھ اٹھا کر پیشانی پر لے گئیں اور دائیں طرف دیکھا اور سلام کہا پھر سامنے دیکھا اور سلام کہا پھر ہاتھ اٹھایا پیشانی پر لے جا کر بائیں طرف دیکھا سلام کہا یہ کشفی نظارہ میری بیوی امینہ بیگم اور ہمشیرہ سعادت بیگم نے دیکھا جو قریب بیٹھی تھیں پھر میرا نام لے کر کہا کہ محمد مسعود کو کہنا کہ گھبرائے نہیں مہمان آرہے ہیں اور جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

ان کی وفات ۲۰ جنوری ۱۹۴۷ء کو ہوئی۔ حضرت چوہدری محمد شریف صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت منٹگمری کو اطلاع ہوئی کثیر احباب کے ساتھ چک میں تشریف لائے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

یہ وہ زمانہ تھا جب کہ قریباً سارے پنجاب میں ہڑتالیں اور فسادات ہو رہے تھے اور کئی شہروں میں کرفیو لگا ہوا تھا جنازہ قادیان لے جانے کیلئے کوئی ٹرک یا بس میسّر نہ تھی۔ بڑی تشویش تھی۔ اچانک غیب سے معجزانہ سامان میسّر آیا میرے چچازاد بھائی سیّد محمد صادق جو محکمہ کوآپریٹو سوسائٹیز میں ملازم تھے اُن کے ایک محکمانہ دوست مل گئے۔ اُن کی وساطت سے ایک ایسی گاڑی معہ ڈرائیور مل گئی جس میں نعش کے علاوہ دو آدمی بیٹھ سکتے تھے۔ چنانچہ محمد صادق صاحب اور والد صاحب گاڑی میں بیٹھ گئے اور جنازہ قادیان پہنچ گیا۔ راستہ میں پولیس اور فوج نے کوئی مزاحمت نہ کی میں ریل کے ذریعے قادیان پہنچا۔ اگلے روز مہمان خانہ قادیان میں نمازِ جنازہ حضرت سیّد سرور شاہ صاحب (اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہو) نے پڑھائی۔ مقبرہ بہشتی میں دفن ہوئیں حضرت امام جماعت الثانی (اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو) ڈلہوزی تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ میں نے والدہ صاحبہ کی وفات کا خط حضور کی خدمت میں لکھا اور اُن کے کچھ حالات بھی لکھے تو حضورِ انور نے ازراہِ غریب نوازی جنازہ غائب پڑھایا۔

صدقات اور خیرات میں اپنا ایک مقام رکھتی تھیں قریباً روزانہ صدقہ کرتیں آٹا پس کر آتا تو اُس میں سے صدقہ نکال کر کسی حقدار کے گھر پہنچا دیتیں۔ گھر میں چھوٹے پیمانے پر مرغی خانہ تھا۔ روزانہ انڈے ملتے تھے۔ ان انڈوں سے بھی صدقہ کرتی تھیں۔ گھر میں دودھ لسی مکھن ہوتا اسمیں سے بھی صدقہ کرتیں۔ اچھا کھانا پکتا تو اس میں سے بھی کسی غریب کے گھر میں کھانا پہنچاتیں۔ کسی ضرورت مند کا علم ہوتا تو اسکے مناسبِ حال مدد کرتیں۔ اگر مدد نہ کر سکتیں تو اس کے لئے بے چین ہو جاتیں اور دعا میں لگ جاتیں۔ ایسی حالت میں کئی دفعہ آنسو بہتے دیکھے گئے۔ ہمدردیٔ خلائق میں ایک اعلیٰ مقام رکھتی تھیں۔ الغرض اپنے ماحول میں ایک نافع الناس وجود تھا۔ جماعتی چندوں میں خوشی سے حصہ لیتیں۔ تحریکِ جدید کے دفترِ اوّل میں شامل ہوئیں اور تاحیات چندہ ادا کرتی رہیں۔ حضرت امام جماعت (الرابع) کی تحریک پر اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی ہے کہ ان کا کھاتہ زندہ ہے۔

تربیتِ اولاد کے سلسلہ میں طوالت کے خوف سے صرف ایک واقعہ لکھتا ہوں۔ میں سب سے بڑی اولاد ہوں عمر اسوقت ستاسی ۸۷ سال ہے میں ۷/۸ سال کا تھا والدہ صاحبہ کے ساتھ اپنے ننھیال بٹالہ گیا۔ میرے ماموں صاحب نے ایک چونی مجھے دی۔ میں بازار گیا۔ اور ایک ہندو حلوائی کی دوکان سے ایک کچوری خرید کی۔ اُسوقت ایک پیسہ کی دو کچوریاں ملتی تھیں۔ دوکاندار نے چونی کا بھان واپس دیا۔ اُس نے ایک دھیلہ وصول کرنا تھا۔ اُس نے تین آنے اور ساڑھے

باقی ص۶ پر

انسان کا دِل جس دن اک آنچ میں جلتا ہے
انسان کے چہرہ پر انسان نکھرتا ہے

احساس کا اِک لمحہ جب وقت پگھلتا ہے
جس شخص کو مِل جائے اِک سانچے میں ڈھلتا ہے

انسان عجب شئے ہے آرام سے سوتا ہے
جب وقت گزر جائے تب ہاتھوں کو مَلتا ہے

جو آج نہ سوچے وہ کل آنے پہ روئے گا
جب وقت بُرا آئے سایہ بھی بچھڑتا ہے

نکھرے ہوئے تارے بھی لو دینے سے رُک جائیں
اِک صبح کا سورج بھی اِک شام کو ڈھلتا ہے

ہر بیج کے سینہ میں اِک شجر کا سایہ ہے
ہر پھول جو کِھلتا ہے اک روز بکھرتا ہے

ہر مالی کی قسمت میں کب جشنِ بہاراں ہے
اَے دیدہ ورو گلشن صدیوں میں سنبھلتا ہے

اَے کاش زمانے پر اب پھر نہ وہ وقت آئے
فرعونِ زمانہ جب دریا سے گزرتا ہے

رونے کو تو روتے ہیں سب لوگ ہی دنیا میں
جب چوٹ ہو کچھ گہری دل آنسو میں ڈھلتا ہے

احساس کی بھٹّی میں کھولاؤ سا ہے عظمت
دِل آگ میں جلتا ہے کُندن سا نکلتا ہے

ڈاکٹر فہمیدہ منیر

**ضروری اعلان**

"بچیوں کے وقف" کے بارہ میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی اصولی ہدایت کے مطابق صرف ان بچیوں کو وقفِ نو کی تحریک میں شامل کیا جائے جنکو قبل از پیدائش والدین نے وقف کیلئے پیش کر دیا ہو"

(وکیل الدیوان تحریک جدید ربوہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یاد رفتگان

مکرم مولانا محمد منور

# جناب احمد عکاش آف تنزانیہ

عروشہ شہر سے باہر چند میل کے فاصلہ پر جناب احمد عکاش دودھ کی سپلائی کا کام کرتے تھے۔ دودھ کی ڈیری کے قریب ان کی اپنی زرعی زمین تھی۔ بڑی خوشحالی زندگی بسر کرتے تھے تین بیویاں اور بچے ان کی محبت کا مرکز تھے۔ بڑی اچھی صحت کے مالک تھے۔ ٹرانسپورٹ اپنی تھی۔ ٹریکٹر وغیرہ مشینی زرعی آلات استعمال کرتے تھے۔

احمد عکاش صاحب کا تعلق صومالی لینڈ سے تھا۔ عرصہ سے ٹانگانیکا میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ تعلیم یافتہ تھے۔ مذہبی رجحان رکھتے تھے۔ اپنی زبان کے علاوہ عربی اور سواحیلی جانتے تھے۔ ایک دفعہ ہمارا سواحیلی ماہنامہ کہیں سے ان کے ہاتھ آیا۔ پڑھا تو مضامین پسند آئے۔ رسالہ میں دینی کتب کا اشتہار تھا۔ کئی کتب منگوا کر پڑھیں۔ صداقت دل نشین ہوتی چلی گئی۔ اور علم کی پیاس میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

بھائی احمد عکاش بڑے مہمان نواز تھے۔ دینی علماء اکثر ان کے دستر خوان پر مدعو رہتے تھے۔ ان سے مذہبی استفادہ کے دوران احمدیت کے بارہ میں بھی ان سے دریافت کرتے رہتے۔ آخر وہ وقت آگیا جسے ہم فیصلہ کا وقت کہہ سکتے ہیں۔ جناب عکاش صاحب نے ملک کے تمام علماء سے درخواست کی کہ مذہبی مسائل میں میری تسلی کرا دیں۔ ورنہ میں جماعت احمدیہ میں شامل ہو جاؤں گا۔

برادرم عکاش صاحب بڑے جری اور دلیر قسم کے انسان تھے۔ مالی اعتبار سے کسی کے محتاج نہ تھے۔ دینی علم اور فراست بھی اللہ تعالےٰ نے عطا فرمائی تھی ایک طرف انہوں نے اپنے علماء سے رابطہ قائم رکھا۔ دوسری طرف انہوں نے مجھے خط لکھا کہ بیعت کرنا کیوں ضروری ہے۔ میں ان دنوں تنزانیہ مشن کا انچارج تھا اور دارالسلام میں مقیم تھا۔ میں نے انہیں بیعت کرنے کے ایک درجن فوائد تحریر کر کے بھجوا دیئے۔ اس کے جلد بعد انہوں نے بیعت فارم پُر کر کے جماعت میں شمولیت اختیار کر لی اور بڑی ہمت سے دعوت الی اللہ کرتے رہے۔ محترم عکاش صاحب کے اپنے بچے کم سن تھے۔ انہوں نے اپنے ایک صومالی دوست کا بیٹا محمد عبدی اپنے پاس رکھا ہوا تھا۔ بچے کے والد فوت ہو چکے تھے۔ ان کے پاس رہ کر بچے نے آٹھویں جماعت پاس کر لی تھی۔ انہوں نے مجھے خط لکھا اور محمد عبدی کے بارہ میں دریافت کیا کہ کیا اسے دینی تعلیم کے لئے قبول کیا جا سکتا ہے۔ میں نے انہیں بچے کو دارالسلام بھجوانے کے لئے لکھ دیا۔ چھ ماہ وہ میرے ساتھ رہا۔ اس اثناء میں میں نے مرکز ربوہ سے اسے جامعہ احمدیہ میں داخل کرنے کی اجازت حاصل کر لی۔ نوجوان محمد عبدی ربوہ آیا اور اپنا کورس مکمل کر کے تنزانیہ واپس پہنچ گیا۔ میں نے اُسے اپنے ہی علاقہ میں دینی تعلیم کے لئے معلم مقرر کر دیا۔ شیخ محمد عبدی دین کی اشاعت میں گرم جوشی سے مصروف ہیں۔ دیانتدار اور محنتی ہیں اخلاص سے دینی کاموں میں تعاون کرتے ہیں۔ شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں۔

جناب احمد عکاش کا ایک مکان عروشہ شہر میں تھا اس کے متعلق انہوں نے تحریری وصیت کی تھی کہ یہ مکان جماعت احمدیہ کے نام منتقل کر دیا جائے۔ ان کی وفات کے بعد مکان جماعت کو مل گیا۔ جسے ہم نے کرایہ پر دے دیا۔ سکھوں کی ایک کمپنی کو اس مکان کی ضرورت تھی انہوں نے ہم سے وہ مکان کرایہ پر لے لیا۔ ہماری اجازت سے حسب ضرورت اس میں توسیع کرائی۔ اس طرح ایک معقول رقم ہر ماہ جماعت کو مل رہی ہے۔ جو ہمارے پیارے بھائی کے لئے دائمی اجر و ثواب کا موجب ہے۔

حضرات قارئین سے اس مخلص بھائی کے درجات کی بلندی کے لئے دعا کی درخواست ہے یہ دعا بھی کریں کہ اللہ تعالےٰ ان کے داماد اسمٰعیل اور بڑے بیٹے محمد کو استقامت بخشے اور اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔

---

بے خدا کوئی بھی ساتھی نہیں تکلیف کے وقت
اپنا سایہ بھی اندھیرے میں جدا ہوتا ہے

---

بقیہ از ـ آغا خان

پیدا کیا گیا۔ گدی نشین ہونے کے ایک ماہ بعد انہوں نے پیرس، بیروت، کراچی ڈھاکہ، بمبئی، دہلی اور مشرقی افریقہ کا دورہ کیا اور مریدوں سے بیعت لی۔ شہزادہ کریم کے امامت پر فائز ہونے کی پہلی رسم ۱۳ جولائی ۱۹۵۷ء کو جنیوا میں ادا ہوئی اس کے بعد دارالسلام میں، ۲۲ اکتوبر کو نیروبی میں اور ۲۵ اکتوبر کو کمپالا میں ادا ہوئی۔ اگلے برس ۲۳ جنوری کو کراچی میں۔ ۲۱ مارچ کو بمبئی میں اور مئی میں کانگو، مڈغاسکر اور افریقہ میں ان کی گدی نشینی کی رسوم ادا کی گئیں۔ شہزادہ کریم آغا خاں اپنے جلیل القدر دادا آغا خاں سوم کی طرح اصلاح اور فلاحی کاموں میں دلچسپی لیتے ہیں اور ان پر بے دریغ خرچ کرتے ہیں افریشیائی ملکوں سے آپ کی دل بستگی کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ پاکستان میں معاشرتی اور اقتصادی ترقی کے باب میں انہوں نے مختلف منصوبوں کی داغ بیل ڈالی۔ صرف کراچی میں آغا خاں نے مدارس کے قیام کی غرض سے ۶۵ لاکھ کی خطیر رقم وقف کی۔ ان مدارس میں تمام مسلمان بچے بلا امتیاز تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ آپ نے حافظ آباد میں کالج ہال تعمیر کرنے کے لئے ۴۵ ہزار روپے دیئے اور پشاور یونیورسٹی کو آڈیٹوریم کی تعمیر کے لئے تین لاکھ روپے کا عطیہ دیا۔ آپ نے مشرقی افریقہ کے مسلمانوں کی بہبود کے لئے بھی قابلِ قدر کام کیا ہے اور وہاں سکولوں کے اجراء کے ایک جامع منصوبے کے نفاذ کا اہتمام فرمایا ہے۔ آپ نے مختلف ممالک کی ترقی کے لئے انڈسٹریل پرموشن سروسز جاری کی ہیں آپ کی تحریک اور ایثار سے نیروبی میں ایک جنرل ہسپتال، تہران میں طلباء کا ہوسٹل، امریکن یونیورسٹی بیروت میں شعبہ اسلامیات فلپائن میں اسلامی تحقیقی ادارہ اور سوئٹزرلینڈ میں اسلامی مرکز اور لائبریری قائم ہو چکی ہے۔ آپ نے پاکستان کانگو، کینیا، تنزانیہ، ایوری کوسٹ، یوگنڈا اور سوئٹزرلینڈ میں صنعتی فروغ کے مقصد سے انڈسٹریل پروموشن سروسز جاری کی ہیں اور ان میں خطیر سرمایہ لگایا ہے۔ پاکستان سے شہزادہ کریم آغا خاں کو خاص دلی لگاؤ ہے۔ ان کے نزدیک پاکستان دنیا کا سب سے بڑا اسلامی ملک ہے اور اس حیثیت سے وہ آج کی دنیا میں اسلام کی بے پناہ خدمت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے انہیں یقین ہے کہ اس میدان میں قیادت پاکستان ہی کے حصے میں آئے گی۔ ان کا کہنا ہے کہ پاکستان دوسرے اسلامی ملکوں کے لئے بہت کچھ کر سکتا ہے۔ ان ملکوں کے باہمی تعاون سے ان کے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں اور وہ ایک دوسرے کے اور زیادہ قریب آسکتے ہیں۔ شہزادہ کریم نہایت ذہین فطین اور بالغ نظر شخص ہیں وہ رواداری اور ایثار پیشگی کو انسان کی سب سے بڑی خصوصیات قرار دیتے ہیں۔ شہزادہ کریم آغا نے ۱۹۲۹ء میں ایک انگریز خاتون میلی کروڑ پول سے شادی کی۔ جس نے اسلام قبول کر کے "سلیمہ" نام پایا۔ ان کے بطن سے ایک لڑکی اور ایک لڑکے نے جنم لیا۔

## آغا خاں ایوارڈ

آغا خاں ایوارڈ برائے فن تعمیر ۱۹۷۷ء میں اس مقصد کے لئے قائم کیا گیا کہ دنیائے اسلام کی جن عظیم الشان یادگار عمارات کو امتداد زمانہ سے نقصان پہنچ رہا ہے ان کی حفاظت کا سامان کیا جائے اور نئی عمارت کے شاندار ڈیزائن بنانے کی بھی حوصلہ افزائی کی جائے۔ اس ایوارڈ کی رقم پانچ لاکھ ڈالر ہے اور یہ ہر سال دیا جاتا ہے۔ پہلا ایوارڈ آگرہ کے مغل شیرٹن ہوٹل کو دیا گیا تھا۔ ۱۹۸۶ء کا ایوارڈ صادق آباد کی بھونگ مسجد کو ملا جو واقعی اسلامی فنِ تعمیر کا شاہکار ہے۔

(بشکریہ: انسائیکلو پیڈیا پاکستانیکا)

بقیہ از ـ زینب بی بی

تین پیسے واپس دیئے۔ دھیلے کی بجائے اُس نے چونی مجھے دی۔ اُسکی نظر کمزور تھی۔ میں اس سے بڑا خوش ہوا۔ خوشی خوشی گھر آیا۔ والدہ صاحبہ کو اپنی یہ کامیابی مزے لے کر سنائی تو والدہ صاحبہ نے نہایت شفقت سے مجھے گود میں لیا اور کچھ اللہ رسولؐ کی باتیں سنائیں اور بڑی محبت سے فرمایا دیکھو یہ چونی ہم پر حرام ہے۔ اللہ جی ناراض ہو نگے تم ابھی واپس جاؤ اور یہ چونی اُسے واپس دے آؤ تم پر اللہ بڑا خوش ہوگا۔ میں نے دل برداشتہ حکم کی تعمیل کی چونی واپس کر آیا تو پھر بڑی محبت سے گود میں لیا پیار کیا اور دعائیں دیں۔

احباب کی خدمت میں درخواست ہے کہ درجات کی بلندی کیلئے دعا فرماویں۔

---

دے چکے دِل اب تنِ خاکی رہا
ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

# واقفین نو

رضوان احمد ابن حبیب الرحمان صاحب زیروی
۱۰ دار النصر غربی ربوہ

احمد نعیم ابن وحید احمد صاحب
۱۹/۱۴ دار العلوم جنوبی ربوہ

صباح اللطیف ابن عبداللطیف خان صاحب
محلہ نصیر آباد ربوہ

انصار احمد ابن عبدالرزاق صاحب ۶۰۳/۸
پیپلز کالونی ۲ حلقہ بٹالہ کالونی فیصل آباد

منیب احمد ابن بشیر احمد صاحب
نصیر آباد حلقہ عزیز - ربوہ

مرزا منیب احمد محمود ابن مرزا رفیق احمد صاحب عابد
۱۰/۵ دار الصدر غربی ربوہ

وحید عمران ابن سلطان احمد صاحب
محلہ طاہر آباد ربوہ

عطیہ فردوس ابن عبدالرشید صاحب قریشی
دار الرحمت غربی ربوہ

عادل محمود احمد ابن تنویر احمد صاحب
۱۹/۱۴ دار العلوم جنوبی ربوہ

محمد شعیب عامر ابن انصر خلیل صاحب
۱۳/۱۱ دار الصدر جنوبی ربوہ

سید اسامہ مبشر شاہ ابن سید منور احمد شاہ صاحب
محلہ طاہر آباد ربوہ

آسیہ صدف ابن محمد صدیق صاحب
محلہ دار الشکر ربوہ

خالد نوید ابن طارق نوید صاحب
معرفت چوہدری طفیل محمد شاق کالونی (۱۱/۱۴)

بصیر احمد خان ابن ظہیر احمد خان صاحب
۲۵۳ - N - ڈیفنس سوسائٹی لاہور کینٹ

صباحت احمد اویس ابن شرافت علی صاحب
۱/۷ دار الصدر غربی ربوہ

نعیم الرحمان فاروق ابن لطف الرحمان صاحب
معرفت لجنہ اماء اللہ ربوہ

وجیہہ نازش ابن رانا مبارک احمد صاحب
محلہ طاہر آباد ربوہ

وجاہت محمود احمد ابن تنویر احمد صاحب
۱۹/۴ دار العلوم جنوبی ربوہ

آپ کے گھروں میں یہ بچے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ ان کا خیال رکھئے اور احسن طور پر تربیت کا فریضہ انجام دیجیے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

# امتحان سوم ۱۹۸۹ء انصار اللہ

مجلس انصار اللہ پاکستان کے علم و فضل میں ترقی کے پروگرام ۔ امتحان سوم ۸۹ ، میں کل ۱۸۳۴ ، انصار نے شرکت کی۔ اس امتحان میں مکرم چوہدری خوشی محمد صاحب کپور تھلوی اوکاڑہ اول اور مکرم شیخ عبدالماجد صاحب سکھر دوم رہے۔

ان کے علاوہ جن انصار نے ذوق و شوق اور نہایت محنت سے پرچہ حل کر کے خصوصی گریڈ حاصل کیا انہیں روحانی خزائن کی حامل کتاب بطور تحفہ ارسال کر دی گئی ہے خصوصی گریڈ حاصل کرنیوالے انصار کے نام بغرض دعا تحریر کئے جاتے ہیں ۔

۱۔ مکرم عبدالرحمٰن صاحب (ریٹائرڈ میجر) سیالکوٹ
۲۔ " سید عزیز حسین شاہ صاحب نصیرہ ضلع گجرات
۳۔ " چوہدری محمد اسلم خان صاحب ۔ پشاور
۴۔ " مقبول احمد صاحب بہاولپور
۵۔ " ڈاکٹر احمد حسن صاحب چیمہ گجرات
۶۔ " چوہدری عبدالغفور صاحب جھنگ صدر
۷۔ " محمد الدین صاحب دوالمیال
۸۔ " میاں عبدالقیوم صاحب کوئٹہ
۹۔ " کرنل عظمت اللہ صاحب ڈیفنس کراچی
۱۰۔ " چوہدری احمد الدین صاحب فیصل آباد
۱۱۔ " ولی محمد صاحب بھیر پور
۱۲۔ " محمد ابراہیم صاحب شاد چک ۱۱۱/ ۷ چھور
۱۳۔ " شمشاد علی صاحب عزیز آباد کراچی
۱۴۔ " لطیف احمد صاحب سرور شیخوپورہ
۱۵۔ " چوہدری اقبال احمد صاحب کانپوری ناظم آباد کراچی
۱۶۔ " بشیر الدین احمد صاحب جھنگ صدر
۱۷۔ " محمد زاہد صاحب شیخوپورہ
۱۸۔ " محمود احمد صاحب مغلپورہ شمالی لاہور
۱۹۔ " شیخ منیر الدین احمد صاحب گلشن اقبال کراچی
۲۰۔ " بشیر احمد صاحب زاہد اصغر مال راولپنڈی
۲۱۔ " ملک محمد سلیم صاحب پنشنر دارالعلوم غربی ربوہ
۲۲۔ " جلیل احمد صاحب شاہد اسلام آباد شرقی
۲۳۔ " سلطان احمد صاحب پیر کوٹی دارالرحمت غربی ربوہ
۲۴۔ " چوہدری عبدالغنی صاحب فیصل آباد
۲۵۔ " صوفی عبدالکریم صاحب احمد نگر ربوہ
۲۶۔ " محمد اکبر صاحب فانی دارالعلوم غربی ربوہ
۲۷۔ " مسعود احمد صاحب خورشید کراچی
۲۸۔ " محمد احمد صاحب مولوی فاضل دارالصدر غربی
۲۹۔ " مولوی رشید احمد صاحب چغتائی دارالرحمت وسطی ربوہ
۳۰۔ " خالد مسعود خان صاحب فیصل ٹاؤن لاہور

دعا ہے امتحان میں حصہ لینے والے سب دوست اپنے علم و فضل اور معرفت میں مزید ترقی کرنے کی توفیق پاتے رہیں۔

(قیادت تعلیم مجلس انصار اللہ پاکستان ربوہ)


ربوہ اور ربوہ کے گردونواح میں ہر قسم کی جائیداد کی خرید و فروخت ہمارے ذریعہ کیجئے اور خدمت کا موقع دیجئے۔

شریف احمد بھٹی

پراپرٹی سنٹر

ریلوے روڈ رحمت بازار ربوہ

فون گھر : ۴۳۱ ، آفس : ۵۲۱


## پتے درکار ہیں

۱۔ محترمہ کلثوم بیگم صاحبہ زوجہ مکرم چوہدری لطیف احمد عارف صاحب وصیت نمبر ۱۶۹۶۱ (فیکٹری ایریا ربوہ سے وصیت کروائی تھی)

۲۔ مکرم حافظ شمس الدین صاحب ولد میاں علی محمد صاحب (انہوں نے کرتو ضلع شیخوپورہ سے وصیت کی تھی)

۳۔ محترمہ سردارہ بیگم صاحبہ المعروف شہزادہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم مرزا غالب بیگ صاحب توپ خانہ لاہور چھاؤنی وصیت نمبر ۸۷۱۶

اگر یہ موصی خود یہ اعلان پڑھیں یا کسی اور صاحب کو ان کے موجودہ ایڈریس کا علم ہو تو نظارت بہشتی مقبرہ کو اطلاع دیں

سیکرٹری مجلس کارپرداز

ربوہ

## تلاش گمشدہ

مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب فضل عمر ہسپتال ربوہ کی ایک کتاب نسخہ ہائے وفا از فیض گولبازار میں کسی دوست کے پاس رہ گئی ہے جس کسی کے پاس ہو براہ کرم جلد پہنچا کر ممنون فرمائیں۔

اک کرشمہ اپنی قدرت کا دکھا
تجھ کو سب قدرت ہے اے رب الوریٰ

# خبریں

## ملکی خبریں

○ حیدرآباد میں بڑھتی ہوئی چوریوں کی وجہ سے پولیس کے خلاف جلوس نکالا گیا۔ جلوس اور پولیس دونوں کے درمیان فائرنگ کا تبادلہ ہوا جس سے ۱۵ ۔ افراد زخمی ہو گئے زخمیوں میں پولیس والے بھی شامل ہیں ۔ جن میں تھانے کا ایک ایس ایچ او اور پولیس کانسٹیبل شامل ہیں

○ وزیر اعلیٰ نواز شریف نے وزیر قانون کی سربراہی میں ایک کمیٹی قائم کی ہے تاکہ صوبے کے قوانین کو اسلامی بنایا جائے انہوں نے تمام محکموں کو ہدایت کی ہے کہ وہ ایک ہفتے کے اندر اندر ترامیم کے مسودے پیش کر دیں ۔ اس اعلیٰ سطحی اجلاس میں جن علماء نے شرکت کی ان میں سینیٹر قاضی عبداللطیف راجہ ظفر الحق، مفتی محمد حسین نعیمی، مولوی منظور احمد چنیوٹی اور دیگر علماء شامل تھے۔

○ بلوچستان کے وزیر اعلیٰ نواب اکبر بگٹی اپنے سترہ سال پرانے واجبات کی وصولی کے لئے اپنی ہی حکومت کے خلاف ہائی کورٹ میں رٹ دائر کریں گے ۔ انہوں نے کہا کہ کیس کی فائلیں سیکریٹریوں کے درمیان گردش کر رہی ہیں لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلا ۔

○ مولانا حق نواز جھنگوی کے قتل کے خلاف جمعہ کے روز کئی شہروں میں یوم احتجاج منایا گیا۔ پشاور میں انجمن سپاہ صحابہ کے جلوس پر پولیس نے لاٹھی چارج کیا اور آنسو گیس کا استعمال کیا۔ مظاہرین نے پولیس پر پتھراؤ کیا۔

○ وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو قومی اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ لینے کا فیصلہ ۸ مارچ کو کریں گی۔ خیال ہے کہ وزیر اعظم اعتماد کا ووٹ لینے کو ترجیح دیں گی ذرائع کے مطابق پیپلز پارٹی کا کہنا ہے کہ وہ کسی بھی وقت ۱۴۰ اراکین اسمبلی کا اعتماد حاصل کر سکتی ہیں۔

○ سکواش کی نئی عالمی رینکنگ کا اعلان کر دیا گیا ہے ۔ اس کے مطابق جہانگیر خان سکواش کے نمبر ا عالمی کھلاڑی قرار دے دیئے گئے ہیں پاکستان کے جان شیر خان دوسرے نمبر پر ہیں ۔ چھٹے اور ساتویں نمبر پر بھی دو پاکستانی کھلاڑی ہیں۔

○ جھنگ میں کشیدگی جاری ہے ۔ فوج گشت کر رہی ہے ۔ ۳۵۰ ۔ افراد اب تک گرفتار ہو چکے ہیں۔

## غیر ملکی خبریں

○ مقبوضہ کشمیر کے دارالحکومت سری نگر میں تین لاکھ سے زائد کشمیری باشندوں نے اقوام متحدہ کے دفتر کے سامنے مظاہرہ کیا۔ اس مظاہرے میں بعض ہندو اور سکھ تنظیموں نے بھی شرکت کی مظاہرین نے کشمیر کی آزادی کے حق میں بینرز اٹھا رکھے تھے اور نعرے لگا رہے تھے مقبوضہ کشمیر کے دوسرے علاقوں میں بھی جلوس نکالے گئے۔

○ سوویت پارلیمنٹ نے زمین کو نجی ملکیت میں دینے کے قانون کی منظوری دیدی ہے ۔ نیا قانون فوری طور پر نافذ العمل ہو گا اور اسکے تحت ہر شہری کو زرعی زمین اور رہائشی مقاصد کے لئے زمین حاصل کرنے، اسپر تعمیر کرنے اور اسے اپنے بچوں کو منتقل کرنے کی اجازت ہو گی۔ البتہ ایسی زمین کسی کو فروخت کرنے یا تبادلہ کرنے کی ممانعت ہو گی۔ کاشتکار کو یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ اجتماعی فارم یا نجی فارم میں سے کسی ایک پر کام کرنے کا انتخاب کر سکے ۔ زمین بلا معاوضہ فراہم کی جائے گی۔ تاہم اس کیلئے حکومت کو سالانہ ٹیکس یا کرایہ ادا کرنا ہو گا۔ نیا قانون سات کے مقابلے میں ۳۴۹ ووٹوں کی اکثریت سے منظور کیا گیا ۔ اس کے ساتھ ہی ۷۲ سالہ سوشلسٹ ملکیت کے تصور کا بھی خاتمہ ہو گیا جس کے تحت اراضی کا نجی استعمال ممنوع قرار دیا جا چکا تھا۔ اب یہ قانون سوویت ریاستوں کو غور کیلئے بھیجا جائے گا۔

○ کمبوڈیا میں خانہ جنگی ختم کرانے کیلئے جکارتہ میں ہونے والے مذاکرات میں کسی سمجھوتے پر اتفاق رائے نہیں ہو سکا۔

پتہ